تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد۰۱ شمارہ۰۶، ۲۰۲۴

*Article*

# Hali's Poems in the Eyes of Syed Taqi Abidi

# حالی کی نظمیں سید تقی عابدی کی نظر میں

**[1]Sana Liaqat, [2*]Dr. Sadaf Naqvi**
[1]M.Phil Scholar, Department of Urdu, Govt. College Women University Faisalabad.
[2]Chairperson Department of Urdu, Govt. College Women University Faisalabad.
*Correspondence: sadafnaqvi@gcwuf.edu.pk

**[1]ثناء لیاقت، [2]ڈاکٹر صدف نقوی**

[1]ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد، [2]صدرِ شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

**eISSN**: 2707-6229
**pISSN**: 2707-6210
**DOI:**https://doi.org/10.56276/mty6q809
Received:11-06-2024
Accepted:20-06-2024
Online:10-07-2024

**Copyright:** © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

**ABSTRACT:** Syed Taqi Abedi emerges as a significant contributor to the literary landscape. Despite his medical profession, Abedi's passion for Urdu literature has been a constant thread throughout his life, originating from his student days. The Urdu literary realm is fortunate to have someone of Abedi's caliber, who has consistently nurtured the growth of this rich tradition.

This abstract delves into Abedi's profound admiration for Khawaja Altaf Hussain Hali, a prominent poet, and explores the depth of his connection to Hali's works. Abedi meticulously examines Hali's poetry, ghazals, criticism, and prose, displaying a deep affection for the diverse facets of Hali's literary expressions. Hali, known for his moral, didactic, debate, and children's poems, finds a dedicated analyst in Abedi.

While Hali's association with the Aligarh movement and Syed Ahmad Khan is acknowledged, Abedi sheds light on another crucial influence — the mushairas organized by Anjuman Punjab. Only participating in four such gatherings, Hali presented poems like "Barkha Rut", "Nishat-e-Umeed,"

"Insaf," and "Hub-e-Watan." Abedi's analytical lens dissects these poems, revealing the transformation in Hali's thinking brought about by these mushairas. This abstract offers a comprehensive review titled "The Poems of Hali in the View of Taqi Abedi," showcasing Abedi's meticulous research and editing in presenting a nuanced perspective on Hali's poetic legacy.

**KEYWORDS:** Syed Taqi Abedi, Urdu Literature, Khawaja Altaf Hussain Hali, Poems, Mushaira's, Passion

سید تقی عابدی اردو ادب کے اہم، نامور اور ممتاز قلم کار ہیں۔ پیشہ کے اعتبار سے طبیب ہونے کے باوجود ان کو اردو ادب سے گہرا اور والہانہ عشق ہے۔ انہوں نے زمانہ طالب علمی سے ہی اردو ادب کی راہ میں اپنے فرائض سرانجام دینے شروع کر دیے تھے۔ سید تقی عابدی کی موجودگی اردو ادب کے لئے خوش آئندہ بات ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے فہم و ادراک اور اعلیٰ ذہانت سے اردو ادب کی راہ میں پھول بچھائے ہیں۔ سید تقی عابدی کو خواجہ الطاف حسین حالی کی شخصیت، شاعری، غزل، تنقید اور نثر نگاری سے گہرا لگاؤ ہے جس کی بدولت انہوں نے خواجہ الطاف حسین حالی کی تمام تصانیف کا بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا اور اس کو باریک بینی سے سمجھا۔ خواجہ الطاف حسین حالی نے بہت سی اخلاقی، معاشرتی، مناظراتی اور بچوں کے حوالے سے نظمیں لکھی ہیں جو کہ اردو ادب کا اہم خزانہ ہیں حالی نے اب تک جتنی بھی نظمیں لکھی ان کو علی گڑھ تحریک اور سید احمد خان سے جوڑا گیا ہے جو کہ کافی حد تک درست بات ہے مگر سکے کا دوسرا رخ دیکھیں تو کامیابی اور بلندی کی ایک اور وجہ انجمن پنجاب میں منعقد ہونے والے مشاعرے بھی ہیں ان مشاعروں نے حالی کی سوچ کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا حالی نے صرف چار مشاعروں میں شرکت کی جس میں انہوں نے نظم "برکھارت"، "نشاطِ امید"، "انصاف" اور "حُبِ وطن" پڑھی۔

حالی نے جن چار مشاعروں میں شرکت کی ان میں ان کے ساتھ محمد حسین آزاد نے بھی شرکت کی سید تقی عابدی نے حالی کی نظموں کا ذکر کرنے سے قبل محمد حسین آزاد کی اردو ادب میں حیثیت اور حالی کی نظر میں ان کے مقام کو بھی بیان کیا ہے اسی کے ساتھ ساتھ انہوں نے مولوی عبد الحق کے ایک قول جس میں انہوں نے آزاد کو حالی کا حاصل بتایا اور حالی کی تعریف نہ کرنے کا الزام دھرا سید تقی عابدی اس کو سوت کا رنگ نہیں بلکہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند قرار دیتے ہیں مولوی عبد الحق کی اس بات کو وہ نہیں مانتے انھوں نے اردو نظم نگاری کا بانی نہ حالی کو کہا ہے اور نہ ہی محمد حسین آزاد کو ٹھہرایا ہے بلکہ اردو کا پہلا صاحبِ دیوان

شاعر محمد قلی قطب شاہ کو قرار دیا گیا ہے حالی کی مقدمہ شعر و شاعری سے بیس برس قبل محمد حسین آزاد نے نیچرل شاعری کی جس کے تمام اقتباسات کو اگر متن کے مقدمے سے ملا کر دیکھا جائے تو حالی کے ذہن میں پختہ تجربہ محسوس ہوتا ہے۔

قارئین کو حالی کی شاعری سے موافقت کروانے کے بعد انھوں نے حالی کی نظموں کا ذکر کیا ہے جس میں سب سے پہلے وہ نظم "چپ کی داد" پر تبصرہ کرتے ہیں ان کے بقول یہ نظم سب سے پہلے ۱۹۰۵ء میں رسالہ خاتون میں اور ۱۹۰۶ء میں مخزن میں شائع ہوئی جس کو حالی نے حیدر آباد دکن کے جلسہ عام میں جون ۱۹۰۶ء میں سنایا حالی کی یہ نظم قابل تعریف ہے اس میں انہوں نے عورتوں کی عظمت اور معاشرے میں ان کے مقام کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے وہ کہتے ہیں کہ خواتین کی وجہ سے معاشرہ آگے بڑھتا، پھلتا پھولتا ہے، اولاد کی پرورش ہوتی ہے لیکن ہمیشہ ان پر ظلم کیا جاتا ہے زندہ دفن کر دیا جاتا ہے کم عمر میں ہی ان کی شادی کر دی جاتی ہے اور بیوہ ہونے کے بعد مردہ شوہر کے ساتھ زندہ جلایا جاتا تھا ان سب چیزوں کو انہوں نے اس نظم میں اپنا موضوع بنایا ہر دور میں ان کے ساتھ ناانصافیاں ہوتی رہیں۔ مگر آخر میں وہ بھوپال کی ملکہ سلطان جہاں بیگم کی تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے کیسے عورتوں کے حق میں آواز اٹھائی اور ان کے لیے ایک مدرسہ بنوایا۔

نظم آغاز کچھ اس انداز میں ہوتا ہے ملاحظہ ہو:

اے ماؤں بہنوں بیٹیوں دنیا کی زینت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمہی قوموں کی عزت تم سے ہے (۱)

آخر میں سید تقی عابدی نے حالی کے ان اشعار کو بیان کیا ہے جو انہوں نے بھوپال کی ملکہ کے لیے کہے ملاحظہ ہوں :

آخر تمہاری چپ دلوں میں اہل دل کے چبھ گئی
سچ ہے کہ چپ کی داد آخر بے ملے رہتی نہیں
اے بے زبانوں کی زبانوں بے بسوں کے بازوؤ
تعلیم نسواں کی مہم جو تم کو اب پیش آئی ہے
یہ جیت بھی کیا کم ہے خود حق ہے تمہاری پشت پر
بھوپال کی جانب سے یہ ہاتف کی اواز ائی ہے (۲)

پھر جس نظم پر سید صاحب نے تجزیہ پیش کیا ہے اس کا عنوان **"مناجات بیوہ"** ہے اس نظم میں خواجہ الطاف حسین حالی نے برصغیر میں رہنے والی دکھ درد سے لبریز بیوہ عورت کے جذبات کی عکاسی کی ہے یہ نظم اتنی پر کشش اور خوبصورت ہے کہ پڑھنے والے کی آنکھ نم ہوئے بغیر نہیں رہتی۔

ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی اپنی کتاب "حالی بحیثیت شاعر" میں بھی حالی کی اس نظم کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ

"کمسن بیوہ کی حالت زار جس سوز و گداز کے ساتھ حالی نے پیش کی ہے اس کو سن کر سخت سے سخت دل بھی موم ہو جاتا ہے اور کیوں نہ ہو ہندوستانی سماج میں بیوہ کی زندگی موت سے بدتر ہو جاتی ہے اپنے اور پرائے سب اس کو ٹھکراتے ہیں سب اس کو منحوس اور بدنصیب قرار دیتے ہیں لوگ اس کے سایہ تک سے بچتے ہیں۔"(۳)

نظم کی زبان پُر تاثیر اور شیریں الفاظ کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں۔ اس نظم کے حوالے سے عبدالماجد دریا آبادی تک نے کہا کہ

"حالی نے عمر بھر بجز ایک بیوہ کی مناجات کہ اگر ایک شعر بھی نہ کہا ہوتا تو ان کے لیے یہی ایک نظم دنیا اور عقبی دونوں میں بستی باتیں سچی اور روح کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی کہ آسمان کے فرشتے بھی وجد میں آ آ کر رہیں بول اتنے میٹھے کہ خود معصومیت بے اختیار لپٹ لپٹ کر بلائیں لینے لگے۔"(۴)

سید تقی عابدی نے اس نظم کے اشعار یوں بیاں کیے ہیں ملاحظہ ہوں:

چین سے جاگی اور نہ سوئی
میں نہ ہنسی جی بھر کے نہ روئی
گھر پر برہا پیا بدیسی
آئیوں برکھا کہیں نہ ایسی
اپنے پرائے کی دھتکاری
میکے اور سسرال پہ بھاری
دن بھیانک اور رات ڈرانی
یوں گزری ساری یہ جوانی(۵)

اس نظم میں تمام حقائق اور واقعات کو اتنی آسان اور دلکش زباں میں بہت خوبصورت اور دل گداز انداز میں بیان کیا گیاہے یہ حالی کے کمالِ فن کا اعجاز ہے۔

مناجاتِ بیوہ کے بعد سید تقی عابدی نے نظم "**برکھارت**" کا تجزیہ کیا ہے وہ اس نظم کو عہد کی منظر نگاری کا ایک شاہکار نمونہ قرار دیتے ہیں یہ نظم ۱۸۷۴ء میں لکھی گئی جو کہ ایک سو چوالیس (۱۴۴) اشعار کی مثنوی ہے سید تقی عابدی تجزیے میں گارساں دتاسی کا اقتباس بھی پیش کرتے ہیں اس کے علاوہ کہتے ہیں کہ ہم ہر چیز کو کسی خاص نسبت سے پہچانتے ہیں اسی طرح جب یہ نظم پڑھی گئی تو اس مشاعرے کا موضوع برسات تھا اس لیے حالی نے برسات کو موضوع بنا کر پہلے خشک سالی اور گرمی کو بیان کیا کہ گرمی اور خشک سالی سے انسان بے چین اور چرند پرند کیسے اس کا شکار ہوتے ہیں اس منظر کو اس طرح اپنی نظم میں پیش کرتے ہیں

جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

گرمی سے تڑپ رہے تھے جاں دار
اور کھول رہا تھا آب دریا
اور لو سے ہرن ہوئے تھے کالے
چیتوں کو نہ تھی شکار کی سد(۶)

سید تقی عابدی نے نظم کے تمام منفی اور مثبت پہلوؤں کو بیان کیا ہے اس نظم کو حالی نے بڑے خوبصورت الفاظ، محاورات اور زود فہم تشبیہات اور استعارات سے سجایا ہے اس نظم کے آخر میں خواجہ الطاف حسین حالی اپنے گھر اور وطن کو یاد کر کے افسردہ ہوتے ہیں حالی کے الفاظ اس قدر خوبصورت اور دل کو چھو لینے والے تھے کہ اس پر انیس کی بھی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے۔

سید تقی عابدی نے نظم "**حقوق اولاد**" کا تجزیہ بھی پیش کرتے ہوئے اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مثنوی ایک مکالمے کے انداز میں پیش کی گئی جو کہ ایک باپ اور بیٹے کے درمیان ہوا اس میں بچوں کی تربیت میں ہونے والی کوتاہیوں اور معاشرے کے بگڑتے حالات کو بیان کیا ہے جس کا ذمہ دار ایسے ہی باپ بیٹے کو ٹھہرایا گیا ہے کہ باپ اپنی اولاد کو کیسے بگاڑ دیتا ہے اور وہ نکما ہو کر ہمیشہ تباہی کا شکار رہتا ہے ایسی بے شمار مثالیں ہمیں ہمارے معاشرے میں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں ۔

حالی کی نظم "**جواں مردی کا کام**" پر تجزیہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ نظم ۷۰ اشعار پر مشتمل ہے جو کہ انگریزی حقائق کا منظوم ترجمہ ہے اس کا موضوع تین بیٹوں اور باپ کے گرد گھومتا ہے جس میں باپ نے اپنی جائیداد تین بیٹوں میں تقسیم کرتے وقت صندوق صرف اس بیٹے کو دیا جس نے اس کی دلی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے نیک اعمال کیے سید تقی عابدی کہتے ہیں کہ یہ اور ایسی ہی دیگر مثنویاں اخلاقیات کا خزانہ ہیں جو کہ حالی ہی سے حاصل ہو سکتی تھیں۔

ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی اس نظم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حالی نے بچوں کی نفسیات کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور انہیں بچوں کے رجحانات کا کافی تجربہ تھا اس لیے وہ اپنی ناصحانہ بات اس انداز سے کہتے ہیں کہ دلچسپی قائم رہے اور بچوں کے دلوں پر اس کا اثر ہو نیز انہیں زندگی کی حقیقت کام کی اہمیت وقت کی قدر وقیمت اور دوسرے تمام مفید باتوں کا علم ہو جائے ان میں قوت عمل پیدا ہو۔"(۷)

بعد ازاں "**مصطفی کلمۃ الحق معروف بہ راست گوئی**" کا تجزیہ ملتا ہے جو کہ ایسی مثنوی ہے جس میں ہمیشہ راست گوئی اور سچ بولنے والے کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس کے بعد مشہور نظم "**دولت اور وقت کا مناظرہ**" کا ذکر ملتا ہے اس کے لیے سید تقی عابدی لکھتے ہیں کہ اس کو ہمارے مدرسوں اور کالجوں کے نصاب میں پڑھانا چاہیے یہ نظم حالی نے اس دور میں لکھی جب غزل گوئی پر زیادہ شگف نہ تھا۔

اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ایک دن وقت نے دولت سے کہا
سچ بتا تجھ میں ہے فوقیت کیا
وقت سے ہنس کے یہ دولت نے کہا
سبز ہے گلشن دنیا مجھ سے(۸)

نظم "**مناظرہ رحم وانصاف**" پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے یہ طویل نظم ایک سو چالیس اشعار پر مشتمل ہے جو کہ مکالمے کے انداز میں ہے۔

آگے چل کر نظم "**حُبِ وطن**" کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے اس مثنوی میں دو سو پندرہ اشعار کو محبت کے دھاگے میں پرویا گیا ہے اس میں خواجہ الطاف حسین حالی ایک انسان کی اس کی وطن سے گہری محبت اور اخوت کو بیان کرتے ہیں سید صاحب لکھتے ہیں کہ تمہید میں وطن کے ذرے ذرے سے محبت کو بیان کیا گیا ہے۔

جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اے پہاڑوں کی دلفریب فضا
اے لب جو کی ٹھنڈی ہوا
تیری ایک مشت خاک کے بدلے
لوں نہ ہرگز اگر بہشت ملے(۹)

سید احمد اعجاز اپنی کتاب " نئے ادبی رجحانات "میں حالی کی اس نظم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"پہلے حُب وطن کا مفہوم عموماً یہ سمجھا جاتا تھا کہ وطن میں روڑے بن کر پڑے رہیں خواہ، عزیز و اقارب سماج پر بارہ ہو جائیں، آزاد و حالی نے اس نظریہ کو بدلنے کی کوشش کی اور سمجھایا کہ حب وطن نام ہے اپنے ملک یا جائے سکونت کی بہتری و برتری کی فکر کرنے کا خواہ وہ کہیں رہ کر کی جائے۔ مولانا حالی اپنی مثنوی محب وطن میں۔ کہتے ہیں

نام ہے کیا اسی کا محب وطن جس کی تجھ کو لگی ہوئی ہے لگن(۱۰)

اس کے بعد نظم "**نشاطِ اُمید**" کو موضوعِ گفتگو بنایا ہے جس میں سید تقی عابدی نے آغاز، وسط، اور اختتام تک تمام نظم کو بیان کیا ہے تاکہ پوری طرح واقفیت حاصل کی جاسکے یہ ساری نظم امید پر ہی قائم ہے اور آخر میں مصنف بتاتے ہیں کہ ناامیدی کیسے انسان کو گمراہ کر دیتی ہے اسلام میں ناامیدی کو کفر قرار دیا گیا ہے اس لیے ہمیشہ اچھی امید رکھنی چاہیے نہ کہ ناامیدی کا مظاہرہ کیا جائے۔

نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

اے مری امید مری جان نواز
اے مری دل سوز مری کار ساز
نوح کی کشتی کا سہارا تھی تو

چاہ میں یوسف کی دل آرا تھی تو(۱۱)

پھر نظم **"قوم کا متوسط طبقہ"** کو موضوع ذکر بنایا ہے اور آخر میں دہلی کالج ہمیں کیا سکھاتا ہے کو موضوع بحث بنایا ہے حالی نے اس نظم کو علی گڑھ کا منشور قرار دیا ہے۔

سید تقی عابدی نے کلیات حالی میں خواجہ الطاف حسین حالی کی ان نظموں کے علاوہ بھی حقوق زنان اور ہمدردی نسواں، قومی اور ملی نظمیں بھی بیان کی ہیں جن کے عنوان ذیل میں ہیں:

- حقوق زنان اور ہمدردی نسواں کی نظمیں
- مناجات بیوہ، چپ کی داد
- قومی اور ملی نظمیں
- مسدس مدوجزر اسلام، ضمیمہ مسدس، عرض، شکوۂ ہند
- تعلیمی اور اصلاحی نظمیں
- مدرسۃ العلوم، ننگ خدمت، مسلمانوں کی تعلیم، قوم کا متوسط طبقہ، جشن قومی، صدائے گریان قوم، حاضرین کانفرنس سے خطاب اور علی گڑھ ہمیں کیا سکھاتا ہے؟

سید تقی عابدی بھی کہتے ہیں کہ اردو شعر و ادب میں بہت ہی کم ایسا ہوا ہے کہ خاص طور پر صرف بچوں کے حوالے سے ہی نظمیں یا مضامین باندھے ہوں بلکہ اردو ادب میں بچوں کے ادب کی پذیرائی ویسے نہیں ہوئی جیسے کہ ہونی چاہیے تھی اور جیسے کہ وہ حقدار تھے وہ کہتے ہیں کہ بہت سے ایسے شاعر ہیں جنہوں نے بچوں کے ادب کے بعد بڑوں کے ادب پر کام کیا مگر چند ان عمدہ شاعروں اور ادیبوں کے نام ذکر کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس روش کو جاری و ساری رکھا جن میں اسماعیل میرٹھی، محمد حسین آزاد اور علامہ اقبال کا نام قابل ذکر ہے وہ ہمیں یہ بھی سکھاتے ہیں کہ بچوں کے حوالے سے لکھنے کے لیے سلیس اور سیدھی سادی زبان کا استعمال کیا جائے تاکہ بچوں کو سمجھنے میں آسانی ہو جب بھی لکھا جائے تو اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ جس عمر کے بچے کے لیے لکھ رہے ہیں اسی کے مطابق ہو تاکہ وہ با آسانی اسے سمجھ سکے نہ کہ اس طرح کا لکھا جائے کہ بچوں کی سمجھ سے بالاتر ہوں

خواجہ الطاف حسین حالی نے نثر پر کوئی باقاعدہ کتاب تو نہیں لکھی مگر مجالس النساء میں بچوں کے حوالے سے کارآمد باتیں کی ہیں انہوں نے تعلیمی اداروں کی فرمائش پر بھی نظمیں لکھی سید تقی عابدی ان تمام نظموں کا ماخذ "جواہرات حالی" کو

ٹھہراتے ہیں صرف ایک نظم بچوں کے اخبار لاہور سے حاصل کی انہوں نے وہ تمام نظموں کے عنوان کو سنِ اشاعت کے ساتھ بیان کرتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اس کی ترتیب درست نہیں جو کہ بہت محنت طلب ہے لیکن حالی کی ایک نظم "پیشے" کو سب سے بڑی نظم اور "بلی اور چوہا" کو سب سے چھوٹی نظم قرار دیتے ہیں ان کے مطابق خواجہ الطاف حسین حالی کی بعض نظمیں اسماعیل میرٹھی کی تقلید پر کہی گئی ہیں۔

حالی نے بچوں کے حوالے سے جتنی بھی نظمیں لکھی وہ تمام کی تمام اتنی سلیس اور سادہ زباں میں ہیں کہ چھوٹے بچے بھی ان کو با آسانی سمجھ سکتے ہیں اس حوالے سے ان کی چند نظمیں اور ان کی اشعار ملاحظہ ہوں:

نظم خدا کی شان

یہ ایسی نظم ہے جس میں خدا سے محبت کو بیان کیا ہے خدا کی اس کی بندے سے محبت عقیدت اور اٹوٹ رشتے کو بیان کیا گیا ہے۔

تو ہی ہے سب کا پالنے والا
کام سب کا نکالنے والا (۱۲)

نظم مرغی

اس نظم میں ماں کی محبت اور اس رشتے کی مضبوطی کا بیان ہے سید تقی عابدی کے بقول اس نظم میں بچے جو سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اسی کو ہی نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ جو ہے گھر میں تمہارے مرغا
چیختا زور سے ہے ککڑوں کوں
مرغی جس طرح کے ان بچوں کی
کرتی ہے شام و سحر رکھوالی
بس اسی طرح سمجھ لو کہ خدا
ہے ہماری بھی حفاظت کرتا (۱۳)

سیّد تقی عابدی نے بتایا ہے کہ حالی نے ہمیشہ اپنی نظموں میں وہی الفاظ و محاورات استعمال کیے ہیں جو بچے عام طور پر بولتے ہیں۔ خواجہ الطاف حسین حالی نے ایک طویل تر نظم پیشے کے عنوان سے لکھی جو کہ چوراسی اشعار پر مبنی ہیں اس نظم میں ماں

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

اور اس کے ساتھ بیٹوں کی گفتگو ہے سید تقی عابدی کے بقول خواجہ الطاف حسین حالی نے اپنی نظموں میں کسان، مالی، ڈاکیا، سپاہی، بڑھئی اور دھوبی وغیرہ کو موضوع بنایا ہے کیونکہ ان کی نظر میں ان کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

نظم کسان سے شعر ملاحظہ ہو:

ہل چلاؤں گا بیج بووں گا
وقت پر جب کہ غلہ کاٹوں گا (۱۴)

نظم سپاہی میں حالی لکھتے ہیں:

کیا عجب ہے رسالہ دار بنو ں
اونچی ہو جائے گی تمہاری ناک
سب کہیں گے رسالہ دار کا ماں (۱۵)

نظم مالی کا شعر ملاحظہ ہو:

کیاریاں ہر طرح کی کھودوں گا
نت نے پھول میں اگاؤں گا (۱۶)

نظم دھوبی:

اونچے کر کر کے دست و بازو میں
کپڑے دھویا کروں چھوا چھو میں (۱۷)

اس کے ساتھ ساتھ سید تقی عابدی خواجہ الطاف حسین حالی کے نظریات کو بھی واضح کرتے ہیں کہ حالی ان تمام نظموں کو موضوع بنا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی بھی پیشہ اور کام چھوٹا نہیں ہوتا اس کے بعد سید تقی عابدی ان کی نظم موچی کو بیان کرتے ہیں جہاں ایک بچہ کہتا ہے کہ

"میں موچی کہلاتا ہوں۔"(۱۸)

اس نظم میں بتایا گیا ہے کہ کیسے موچی چمڑے سے جوتا بناتا ہے بعد ازاں سیّد تقی عابدی نے حالی کی ایک اور نظم روٹی کیوں کر میسر آتی ہے کو موضوع بحث بنایا ہے یہ نظم مثنوی کے انداز میں اسیؔ اشعار پر مشتمل ہے اس نظم میں مصنف کہتے ہیں کہ

حالی نے بچوں کو گیہوں اگانے کا طریقہ روٹی بنانے کا طریقہ اور گھر پر ماں کس طرح اناج کو چکی سے پیس کر آٹا تیار کر کے روٹی پکاتی ہے ان چیزوں کے بارے میں بچوں کو متعارف کروایا ہے

کسانوں کا ہے یہ احسان ہم پر
کہ ہوتے ہیں گیہوں ہم کو میسر
وہ بے چاری ہمیشہ صبح ہوتے
کہ جب تم بے خبر ہوتے ہو سوئے
جھٹ آٹا پیسنے جا بیٹھتی ہے (۱۹)

اس نظم میں خاص طور پر ماں کی محنت اور بچوں کی خاطر اٹھانے والی زحمت کو خوبصورت الفاظ میں پرویا گیا ہے۔

نظم گھڑیاں اور گھنٹے کا تجزیہ بھی پیش کیا گیا ہے جو کہ مسدس کی شکل میں لکھی گئی ہے سید تقی عابدی کہتے ہیں کہ اس ساری نظم کا محور وقت پر ہے یعنی کہ گھڑیاں دن رات حرکت میں رہتی ہیں اور مسلسل چلتی رہتی ہیں اسی طرح انسان کو بھی کبھی رکنا نہیں چاہیے بلکہ ہر وقت کام کاج اور زندگی کی گاڑی کا سفر جاری رکھنا چاہیے۔

ایک اور مثنوی جو کہ انہوں نے جواہرات حالی میں ۱۹۰۹ میں چھوٹی بچی کے خصائل کے عنوان سے ممتاز فاطمہ عرف سیدہ خاتون کے لیے لکھی حالی ان کو بہت چاہتے تھے۔

سیدہ ایسی پیاری بچی ہے
صورت اچھی سمجھ میں اچھی ہے
ہے ابھی دو برس کی خیر سے جان
پر سب اچھے برے کی ہے پہچان
عمر اس کی خدا دراز کرے
علم سے اس کو سرفراز کرے (۲۰)

بعد ازاں سید تقی عابدی حالی کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے سرشار رہتے تھے۔

ان کی نعتیہ نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
اپنے پرائے کا غم کھانے والا(۲۱)

اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سید تقی عابدی نے حالی کی تخلیقات کا کتنی گہرائی سے مطالعہ کیا ہے یہ اردو ادب میں ایک اہم پیش رفت ہے۔

## حوالہ جات


۱. الطاف حسین حالی، مولانا، کلیات حالی، مرتبہ :سید تقی عابدی، جہلم :جہلم بک کارنر،۲۰۱۶،ص۵۴۹
۲. ایضاً،ص۵۵۱
۳. شجاعت علی سندیلوی،ڈاکٹر،حالی بحیثیت شاعر،۱۹۷۱،ص،۲۲۰
۴. ایضاً ص ۲۲۳
۵. الطاف حسین حالی، مولانا، کلیات حالی، مرتبہ :سید تقی عابدی، جہلم :جہلم۔بک کارنر،ص۵۵۳
۶. ایضاً،ص۵۵۵
۷. شجاعت علی سندیلوی،ڈاکٹر،حالی بحیثیت شاعر،۱۹۷۱،ص، ۲۰۷ تا ۲۰۸
۸. الطاف حسین حالی، مولانا، کلیات حالی، مرتبہ :سید تقی عابدی، جہلم :جہلم۔بک کارنر،ص۵۶۲
۹. ایضاً،ص۵۶۷
۱۰. اعجاز حسین ایم اے،سید،نئے ادبی رجحانات،) طبع سوم(،حیدر آباد دکن،اعظم اسٹیم پریس،۱۹۴۶،ص۶۶
۱۱. الطاف حسین حالی، مولانا، کلیات حالی، مرتبہ :سید تقی عابدی، جہلم :جہلم۔بک کارنر،۲۰۱۶،ص۵۷۰
۱۲. ایضاً،ص۱۰۰۰
۱۳. ایضاً،ص۱۰۰۱
۱۴. ایضاً،ص۱۰۰۳
۱۵. ایضاً،ص۱۰۰۴

١٦. ایضاً

١٧. ایضاً

١٨. ایضاً، ص١٠٠٦

١٩. ایضاً، ص١٠٠٧

٢٠. ایضاً، ص١٠١٠

٢١. ایضاً، ص١٠١٤

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk